POSTED AT LPC Delhi RMS
ON 03-04 October 2026, R.N.I No. 2186/57

POSTAL REGN. NO. DL (C) - 01/1195/2024-26, Licensed to Post
Without Prepayment U (C) - 160/2024-26, ISSN 2456-8511

Total Pages 8

HAMARI ZABAN (Weekly)

ہفت روزہ
ہماری زبان
اشاعت کا 87 واں سال

Date of Publication: 02-10-2026 • Price: 5/- • 8-14 October 2026 • Issue: 38 • Vol:85

۸تا۱۴/اکتوبر ۲۰۲۶ء • شمارہ:۳۸ • جلد:۸۵

اُردو کے قلیل الاستعمال الفاظ ومرکبات (۴)

(اردو لُغت بورڈ کی لُغت کے تناظر میں)

رؤف پاریکھ

بِرہم (ب مکسور، رساکن، ہ مفتوح) (اسم، مذکر)

بِرہم دراصل 'برہمن' کی تخفیف شدہ صورت ہے۔ فرہنگِ آصفیہ نے ان معنوں میں درج کیا ہے لیکن کوئی سند نہیں دی۔ نور اللغات اور مہذب اللغات نے برہم درج کیا ہے لیکن یہ مفہوم نہیں دیا۔ اردو لغت بورڈ (کراچی) کی لغت 'اردو لغت (تاریخی اصول پر)' نے درج کیا ہے لیکن ان معنی میں صرف ایک سند عصمت چغتائی کی دھانی بانکیں سے دی ہے۔ قدیم تر سند حالی کے ہاں موجود ہے اور تاریخی اصولوں پر لکھی گئی لغت میں قدیم ترین سند کا اندراج ضروری ہوتا ہے:

ہنس کے برہم نے کہا ہے مانگنا بندے کا کام
دے نہ دے وہ اس سے کچھ مطلب نہیں اپنے تئیں
(کلیاتِ نظمِ حالی، ج۱، ص۲۱۵)

بشیری (ب مفتوح، یائے معروف) (اسم، مؤنث)

بشیر کے معنی ہیں: بشارت دینے والا، خوش خبری سنانے والا۔ بشیری کے معنی ہیں بشیر ہونے کی حالت یا کیفیت، خوشخبری یا بشارت دینے کا کام یا عمل۔

آصفیہ اور مہذب میں 'بشیری' کا اندراج نہیں ہے۔ بورڈ نے بھی درج نہیں کیا، حالانکہ اقبال کی سند موجود ہے۔

اقبال کہتے ہیں:

یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا
بشیری ہے آئینہ دارِ نذیری
(کلیاتِ اقبال (بال جبریل)، ص۴۴۶/۱۲۲)

بیسیوں (یائے معروف، واوِ مجہول) (صفت)

آصفیہ اور نور نے درج نہیں کیا۔ بورڈ نے بھی درج نہیں کیا۔ البتہ مہذب نے درج کیا ہے اور معنی دیے ہیں: کثرت کے محل پر بولتے ہیں۔ لیکن یہ معنی درست نہیں ہیں۔ مہذب نے یہ وضاحت بھی نہیں کی کہ بیسوں عددِ استغراقی ہے اور اس میں تمام مذکورہ اشیا یا افراد کا احاطہ کرنا اور 'تمام' یا 'سب کے سب' کہنا مقصود ہوتا ہے، گویا بیسوں 'بیس کے بیس' کے مفہوم میں مستعمل ہے۔ قواعد میں اس کا دوسرا نام صفتِ عددی مجموعی ہے۔ اس میں 'سارے کے سارے' کا مفہوم ہوتا ہے، جیسے تینوں، چاروں، دسوں، بیسوں۔ بیسوں سے مراد ہے: تمام بیس (لوگ یا چیزیں وغیرہ)، بیس میں سے بیس، جیسے: بیسوں انگلیوں کے ناخن کاٹ لیے یعنی بیس میں سے ایک انگلی بھی ایسی نہیں تھی جس کا ناخن نہ کاٹا گیا ہو، بیس کی بیس انگلیوں کے ناخن کاٹ لیے۔

سند حاضر ہے:

☆ دسوں مزدور کام پر ہیں، بیسوں لوٹے پہنچ گئے، تیسوں روزے پورے ہوئے۔
(محمد زین العابدین فرجاد کوتانوی، آئینِ اردو، ص۱۰۰-۹۹)

دو اور اسناد:

☆ دسوں، بیسوں صفتِ عددی ہے۔
(غلام مصطفیٰ خاں، جامع القواعد، حصۂ نحو، ص۱۰۴، حاشیہ)

☆ بیسیوں صفتِ عددی مجہول، بیسوں صفتِ عددی مجموعی۔
(غلام مصطفیٰ خاں، جامع القواعد، حصۂ نحو، ص۱۰۸)

بیسیوں (یائے معروف، س ساکن، واو مجہول) (صفت)

فرہنگِ آصفیہ، نور اللغات اور بورڈ کی لغت میں بھی اس کا اندراج نہیں ہے۔ مہذب نے بھی 'بیسیوں' درج نہیں کیا لیکن تعجب ہے کہ 'بیسوں' کے اندراج میں مہذب اللغات میں لکھا ہے کہ ''اس محل پر بیسیوں بھی بولتے ہیں جو غیر فصیح ہے''۔ یہ غلط در غلط ہے۔ بیسیوں (بیس + یوں) کا لفظ بیسوں (بیس + وں) سے بالکل الگ ہے اور مختلف مفہوم میں آتا ہے۔ 'بیسوں' عددِ استغراقی اور صفتِ عددی مجموعی ہے (اس کا ذکر اوپر آیا ہے) لیکن 'بیسیوں' وہ صفت ہے جسے صفتِ عددی مجہول کہتے ہیں۔ صفتِ عددی مجہول میں ٹھیک تعداد معلوم نہیں ہوتی لیکن کثرت ظاہر ہوتی ہے، جیسے دسیوں، پچاسیوں۔ اسی طرح بیسیوں۔ جب کہنا ہو کہ بہت، کثرت سے، تو کہتے ہیں بیسیوں۔ سند حاضر ہے:

☆ الفاظ سب، تمام، کل اور ایک ایک، بیسیوں وغیرہ میں کوئی تغیر بلحاظ تذکیر و تانیث اور بلحاظ حالت کے نہیں ہوتا۔
(محمد زین العابدین فرجاد کوتانوی، آئینِ اردو، ص۱۰۱)

دوسری سند بھی ہے:

☆ بیسیوں صفتِ عددی مجہول ہے جس سے تعداد کا اندازہ یا تخمینہ مراد ہے۔
(غلام مصطفیٰ خاں، جامع القواعد، حصہ نحو، ص۱۰۴ (حاشیہ))

پَتیری (پ مفتوح، یائے معروف) (صفت)

آصفیہ، نور، مہذب اور بورڈ نے درج نہیں کیا۔ پَتیری دراصل فطیری کا بگاڑ ہے۔ فطیری روٹی کا اندراج آصفیہ اور نور میں ہے اور معنی دیے ہیں خمیری روٹی کا نقیض۔ فطیری کا اندراج بورڈ نے کیا ہے (جلد ۱۳، ص۹۶۸) اور اس کا مفہوم ہے: روٹی جس میں خمیر نہ ہو، خمیری کی ضد۔ اسی طرح فطیری ایک مختلف املا کے ساتھ بھی بورڈ کی لغت میں درج ہے، یعنی فتیری (جلد ۱۳، ص۸۴۶) لیکن بورڈ نے پتیری درج نہیں کیا، اگرچہ یہ فطیری کا عوامی تلفظ اور املا ہے لیکن تاریخی اصولوں پر مرتب کی گئی لغت میں لفظ کے مختلف املا (جو تاریخ کے مختلف ادوار میں رائج رہے ہیں) کا اندراج ناگزیر ہوتا ہے، خواہ وہ املا اور استعمال عوامی ہو۔ اس طرح کے عوامی املا اور تلفظ کے حامل متعدد الفاظ بورڈ کی لغت میں درج بھی ہیں۔ بہرحال، پتیری کی سند پیش ہے:

☆ ضلعی انتظامیہ نے پتیری اور خمیری روٹی کی قیمتیں بڑھا دیں۔
(روزنامہ جنگ، راولپنڈی، ۱۱/نومبر، ۲۰۲۱ء، ص۲، کالم۱)

پَد (پ مفتوح) (اسم، مذکر)

لفظ 'پد' کے معنی کی کئی شقیں ہیں جو آصفیہ اور پلیٹس نے دی ہیں۔ نور اور مہذب نے درج ہی نہیں کیا۔ بورڈ نے درج کیا ہے لیکن معنی کی الگ الگ شقیں بنانے کے بجائے ایک ایک شق میں کئی کئی معنی دے دیے ہیں اور بعض کی سند بھی نہیں دی (جلد ۳، ص۷۲۱-۷۲۰)،

قارئین! اب 'ہماری زبان' کا مطالعہ انجمن ترقیِ اردو (ہند) کی ویب سائٹ www.atuh.org پر بھی کر سکتے ہیں جہاں اِسے مفت میں ڈاؤن لوڈ کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔

مثلاً ایک شق میں دیگر معانی کے ساتھ ایک اور معنیٰ 'ملک کا حصہ' بھی لکھ کر فرہنگِ آصفیہ کا حوالہ دے دیا ہے۔ نیز بورڈ نے 'پد' کے معنی کی شقیں تو بنادی ہیں بلکہ ذیلی شقیں بھی لیکن ان میں معنی کی تکرار ہے اور بعض مترادفات مثلاً ''شبد، لفظ، حرف'' دو دو بار الگ الگ شقوں میں لکھے گئے ہیں۔ 'پد' کے ایک معنی 'حصہ' کے بھی ہیں اور اس کی الگ شق بننی چاہیے جو بورڈ نے نہیں بنائی۔ سند یہاں پیش ہے:

☆ اس سلسلے کی سب سے اہم کتاب پانی کی آشٹا دھیایی [کذا] ہے۔ اس میں آٹھ خطبات (ادھیایا) اور ہر خطبے کے چار پد (حصے) ہیں۔

(ابواللیث صدیقی، جامع القواعد، حصۂ صرف، ص ۱۷)

'پد' کے دوسرے معنی ہیں: حمد۔ بورڈ نے اشلوک، چھند، بھجن، حرف، شبد وغیرہ معنی دیے ہیں اور گیت، نظم، اشعار وغیرہ بھی لکھا ہے لیکن مناسب وضاحت نہیں کی ہے۔ حالانکہ آصفیہ نے اس کی طرف ''نعتیہ نظم، تعریف کے گیت، حمد و نعت'' لکھ کر اشارہ کیا ہے۔ 'پد' دراصل بدھ مذہب کے مذہبی متون میں شامل حمدیہ اشعار یا دوہے تھے۔ اس دوسری شق کی اسناد پیش ہیں:

☆ اس کتاب کا اہم حصہ سرہ یعنی پد ہیں۔ پد دراصل حمد کو کہتے ہیں۔

(سید شبیر علی کاظمی، پراچین اردو، ص ۹)

☆ یہ پد (لفظی معنی حمد) یا دوہے جو بودھ مت کے زوال کے عہد سے ہیں یعنی ۶۵۰ء تا ۱۰۰۰ء کی مدت میں لکھے گئے۔

(شانتی رنجن بھٹاچاریہ، مغربی بنگال میں اردو زبان اور اس کے مسائل، ص ۱۵)

پَوڈَر (واولین، ڈ مفتوح) (اسم، مذکر)

انگریزی لفظ پوڈر یا پاوڈر (powder) اردو میں رائج ہے اور خاصے طویل عرصے سے رائج ہے۔ سفوف یا برادہ کے مفہوم میں نیز خوشبودار سفوف جو چہرے اور جسم پر ملا یا چھڑکا جاتا ہے۔

آصفیہ نے درج کیا ہے لیکن کوئی سند نہیں دی۔ نور اور مہذب نے درج کیا ہے اور انشاء اللہ خاں انشاء کے ایک شعر سے سند دی ہے لیکن شعر کا جو متن دونوں نے درج کیا ہے وہ اصل متن سے کچھ مختلف ہے۔ بورڈ نے پوڈر کا اندراج کیا ہے لیکن دو اسناد دی ہیں اور دونوں بیسویں صدی کی ہیں جبکہ اردو میں لفظ پوڈر کا اولین استعمال انشاء اللہ خاں انشاء (متوفی ۱۸۱۷ء) کے ہاں ملتا ہے، جیسا کہ نور کی سند سے بھی ظاہر ہے۔ بورڈ کی لغت تاریخی اصولوں پر مرتب ہوئی ہے اور اس میں اوّلین اور قدیم ترین سند کا اندراج لازم ہوتا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ زبان میں اس لفظ کا ستعمال کب شروع ہوا۔ بورڈ کو چاہیے کہ اگلی اشاعت میں انشاء کی سند کو درست متن کے ساتھ شامل کرے۔ سند پیش ہے:

کوئی شبنم سے چھڑک بالوں پہ اپنے پوڈر
بیٹھ کر جلوے کی کرسی پہ دکھائے گا پھبن

(انشاء، کلامِ انشاء، ص ۳۲۳)

تَت سَم (ت مفتوح، س مفتوح) (اسم، مذکر) (متبادل املا: تتسم)

(لسانیات) لفظ جو سنسکرت سے جوں کا توں لے لیا گیا ہو۔ تد بھو کی ضد۔ اس کا متبادل املا تتسم ہے، یعنی ملا کر بھی لکھا جاتا ہے۔ تتسم یا تت سم کی مثال میں مرزا خلیل بیگ نے یہ الفاظ دیے ہیں: سندر، گیان، سنسار وغیرہ (ص ۱۷۸)۔

آصفیہ، نور اور مہذب نے تت سم درج نہیں کیا۔ بورڈ نے درج کیا ہے لیکن صرف ایک سند ۱۹۴۸ء کی دی ہے۔ بعد کے ادوار میں بھی رائج رہا ہے۔ سند حاضر ہے:

☆ تتسم کے معنی ہیں اُس جیسا۔ اُس سے یہاں مراد سنسکرت زبان ہے۔ سنسکرت الفاظ جب بغیر کسی تبدیلی یا ردو بدل کے استعمال ہوتے ہیں تو تتسم کہلاتے ہیں۔

(مرزا خلیل بیگ، اردو کی لسانی تشکیل، ص ۱۷۸)

تَد بھَو (ت مفتوح، د ساکن، بھ مفتوح، واو ساکن) (اسم، مذکر)

(لسانیات) (اردو یا ہندی کا) لفظ جو سنسکرت لفظ سے بگڑ کر بنا ہو، تت سم کی ضد۔

فرہنگِ آصفیہ، نور، مہذب اور بورڈ کی لغت میں درج نہیں ہے۔ راجیسور راو اصغر نے ہندی اردو لغت میں تد بھو کے معنی لکھے ہیں: سنسکرت لفظ سے بگڑ کر بنا ہوا لفظ، جیسے ہست کا ہاتھ، اشرو کا آنسو، آردھ کا آدھا۔ بقولِ مرزا خلیل احمد بیگ سنسکرت الفاظ جب اپنی بدلی ہوئی حالت میں استعمال ہوتے ہیں تو تد بھو کہلاتے ہیں، مثلاً دودھ (دُگدھ) اور ناچ (نرتیہ) (ص ۱۸۰)۔

بورڈ کی لغت میں 'تت سم' موجود ہے۔ تت سم یعنی سنسکرت کے وہ الفاظ جو اپنی اصلی حالت میں استعمال ہوتے ہیں، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ تد بھو اس کا نقیض ہے لہٰذا دونوں کا اندراج ہونا چاہیے۔ 'تد بھو' کا استعمال لسانیاتی مباحث میں عام ہے۔ اس کا اندراج لغت میں ضروری تھا۔ ایک سند پیش ہے:

☆ ایک ہی لفظ کے کئی تد بھو ہوتے تھے یعنی ایک اصل لفظ جو سنسکرت سے اپ بھرنش میں منتقل ہوتا تھا کئی طرح بولا جاتا تھا۔

(سید محی الدین قادری زور، اردو کی ابتدا، مشمولہ اردوئے معلیٰ، دہلی، شمارہ ۵۔۴، ۱۹۶۱ء، ص ۵۴)

دورِ حاضر سے بھی ایک سند حاضر ہے:

☆ تد بھو الفاظ کی بنیاد اگرچہ سنسکرت ہے لیکن وقت کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ان کی شکل وصورت اور ہئیت میں بھی تبدیلی ہوگئی۔

(مرزا خلیل بیگ، اردو کی لسانی تشکیل، ص ۱۸۰)

ڈانگری (مغنونہ) (اسم، مؤنث)

آصفیہ، نور اور مہذب میں درج نہیں ہے۔ بورڈ نے درج کیا ہے لیکن اس کی صرف ایک سند دی ہے۔

ایک خیال یہ ہے کہ ڈانگری دراصل انگریزی کے لفظ dungaree کی مؤرّد یا مہذّب شکل ہے۔ لیکن دل چسپ بات یہ ہے کہ Concise Oxford English Dictionary نے اسے ''ہندی'' کے 'ڈانگر' سے ماخوذ بتایا ہے۔ اینگلو انڈین الفاظ کی لغت ہابسن جابسن کے مرتبین کے مطابق یہ لفظ ان لغات میں سے کسی میں موجود نہیں ہے جو اُن کے علم میں تھیں۔ اس کے بعد اُنھوں نے اس کے مختلف مآخذ بتائے ہیں جو قیاس آرائی ہی معلوم ہوتے ہیں۔ بظاہر یہ لگتا ہے کہ یہ پراکرت یا کسی مقامی بولی کا لفظ ہوگا جو انگریزی میں dungaree بن گیا اور اصل زبان میں اس کا تلفظ ڈنگری یا ڈانگری سے مشابہ ہوگا۔ بہر حال، یہ موٹے کپڑے سے بنا ایک لباس ہوتا ہے جس میں پتلون اور قمیض کو ملا کر سی دیا جاتا ہے یا قمیض اور پتلون کپڑے کے ایک ہی بلا جوڑ ٹکڑے سے بنے ہوتے ہیں۔ یہ عام طور پر کاری گر، انجینئر، مستری اور مزدور وغیرہ کام کے دوران میں پہنے رہتے ہیں۔ ایک سند، بعد کے دور کی، پیش ہے:

☆ عام حالات میں انتہائی آرام دہ سمجھی جانے والی ڈانگری، گردن سے پاؤں تک صرف ایک پیس ہونے کی وجہ سے، ایسے موقعوں پر غیر منطقی بلکہ اذیت ناک لباس ثابت ہوتی ہے۔

(نعمان الحق فرخ، دھوپ چھاؤں، ۴۶)

منگوا بھیجنا (فعلِ مرکب)

آصفیہ، نور، مہذب اور بورڈ نے درج نہیں کیا۔

معنی ہیں: کسی کو بھیج کر (کوئی چیز) منگوانا۔ علمی اردو لغت نے منگا بھیجنا درج کیا ہے لیکن منگوا بھیجنا اس میں بھی درج نہیں۔ مصحفی کی سند موجود ہے:

کل پتنگ اس نے جو بازار سے منگوا بھیجا
سادہ مانجھے کا اسے ماہ نے گولا بھیجا

(کلیاتِ مصحفی، دیوانِ ہشتم، مرتبہ نورالحسن نقوی، ص ۲۰)

مآخذ:

۱- اقبال، بال جبریل، (کلیات اقبال)، لاہور: اقبال اکیڈمی، ۲۰۰۹ء (طبع نہم)
۲- انشاء، انشاء اللہ خاں، کلامِ انشاء (مرتبہ مرزا محمد عسکری و محمد رفیع)، الٰہ آباد: ہندستانی اکیڈمی، ۱۹۵۲ء۔
۳- بیگ، مرزا خلیل احمد، اردو کی لسانی تشکیل، علی گڑھ: ایجوکیشنل پبلشنگ، ۲۰۱۴ء (چوتھا ایڈیشن)۔
۴- بھٹاچاریہ، شانتی رنجن، مغربی بنگال میں اردو زبان اور اس کے مسائل، دہلی: انجمن ترقی اردو (ہند)، ۱۹۸۹ء۔
۵- جنگ، روزنامہ، راولپنڈی، ۱۱/نومبر، ۲۰۲۱ء۔
۶- حالی، الطاف حسین، کلیاتِ نظمِ حالی، جلد ۱، (مرتبہ افتخار احمد صدیقی)، لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۶۸ء۔
۷- خاں، غلام مصطفیٰ، جامع القواعد، حصۂ نحو، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۷۳ء (اشاعتِ اول)۔
۸- زور، سید محی الدین قادری زور، اردو کی ابتدا، مشمولہ اردوئے معلیٰ، دہلی، شمارہ ۵۔۴، ۱۹۶۱ء۔
۹- صدیقی، ابواللیث، جامع القواعد، حصۂ صرف، لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۱ء (اشاعتِ اول)۔
۱۰- فرجاد کوتانوی، (محمد زین العابدین فرجاد کوتانوی)، آئینِ اردو، میرٹھ: نامی پریس، ۱۹۲۶ء (اشاعتِ اول)
۱۱- فرخ، نعمان الحق، دھوپ چھاؤں، لاہور: ماورا، ۲۰۲۳ء۔
۱۲- کاظمی، سید شبیر علی، پراچین اردو، کراچی: مکتبۂ اسلوب، ۱۹۸۲ء۔
۱۳- مصحفی، غلام ہمدانی، کلیاتِ مصحفی، دیوانِ ہشتم، مرتبہ نورالحسن نقوی، لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۹۴ء (طبعِ دوم)۔

ریٹائرڈ پروفیسر، شعبۂ اردو، جامعہ کراچی، یونیورسٹی روڈ، کراچی-75270 (پاکستان)
E-mail: drraufparekh@yahoo.com

اردو ہندی ڈکشنری
انجمن ترقی اردو (ہند)
قیمت: 300 روپے

اسٹینڈرڈ انگلش اُردو ڈکشنری
مولوی عبدالحق
قیمت: 500 روپے

محرابِ تمنا
فطرت انصاری
قیمت: 200 روپے

2 اکتوبر یومِ پیدائش کے موقعے پر خراجِ عقیدت

لال بہادر شاستری سادگی اور قومی خدمت کی مثال تھے

ڈاکٹر مرضیہ عارف

ہندستان کے سادگی پسند اور قوم کی خدمت کو مشن بنانے والے رہنما لال بہادر شاستری ایک غریب گھرانے میں 2 اکتوبر 1904 میں کاشی کے قریب مغل سرائے میں پیدا ہوئے اُن کے والد شردھا پرساد ایک کسان اور ٹیچر تھے۔ جب لال بہادر ایک برس کے ہوئے تو اُن کے والد دنیا سے چل بسے، اپنے شوہر کی فوت کا اُن کی والدہ کو گہرا صدمہ ہوا اور وہ دادا ہزاری لال کی سرپرستی میں رہنے لگیں جو اپنے پوتے سے بہت محبت کرتے تھے، بچپن میں دوستوں کے ساتھ شرارت کرتے ہوئے ایک مرتبہ مالی نے انھیں پیٹا تھا، ساتھ ہی ایک بات ایسی کہی تھی جس کا اُنھوں نے زندگی بھر لحاظ رکھا کہ تم یتیم ہو تو تمھیں ایسی شرارت نہیں کرنا چاہیے کہ دوسرے تم پر انگلیاں اُٹھائیں، یہ تبھی ہوگا جب تم اچھے اخلاق و کردار کے مالک بنو اور دوسروں کے ساتھ اِس طرح پیش آؤ کہ مثال بن جاؤ، اِس نصیحت کو لال بہادر نے ہمیشہ یاد رکھا اور اپنی زندگی کو مشن بنالیا، چھٹے کلاس تک گاؤں کی تعلیم کے بعد اُنھیں کاشی بھیجا گیا۔ مطالعے کے وہ اتنے شوقین تھے کہ جو کتاب مل جاتی اُسے ضرور پڑھتے۔ اُس وقت آزادی کی تحریک زوروں پر تھی، اُس میں حصہ لینے لگے۔ مہاتما گاندھی کی ایک تقریر سُن کر اُنھوں نے اپنی زندگی کو ملک کی خدمت میں صرف کرنے کا عہد کرلیا، یہاں تک سترہ برس کی عمر میں سرکاری اسکول کی تعلیم چھوڑ کر وہ جنگِ آزادی میں شامل ہوگئے۔ والدہ کی مخالفت کے باوجود اپنے فیصلے پر قائم رہے، اِس کے بعد اُنھوں نے کاشی ودیا پیٹھ اسکول سے تعلیم مکمل کر کے شاستری کی ڈگری حاصل کی اور سترہ سال کی عمر میں للتا دیوی کے ساتھ نہایت سادگی سے شادی کرلی اور جہیز کے نام پر صرف ایک چرخا قبول کیا۔ آزادی کی تحریکات میں بھی حصہ لیتے رہے۔

جب ملک آزاد ہوا تو شاستری جی کی عمر 43 برس کی تھی۔ گووند وولبھ پنت اُتر پردیش کے وزیرِ اعلا بنے تو اُنھیں پارلیمنٹری سکریٹری بنایا گیا اور پولس کا محکمہ انھیں دے دیا گیا، جس میں اُنھوں نے کئی کارگر اصلاحات کیں۔ 1950 میں وہ مرکزی وزیر بنے تو ریلوے اور ٹرانسپورٹ کے محکموں میں سدھار کے کئی کام کیے، اسی دوران دو ریلوے حادثات کی ذمے داری قبول کر کے اُنھوں نے وزیرِ اعظم کو اپنا استعفے دے دیا، جو آج تک بطور مثال یاد کیا جاتا ہے۔ قبل ازیں وہ اُتر پردیش اور آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے جنرل سکریٹری کے عہدے پر بھی فائز رہ چکے تھے، انھیں نہرو جی اور اندرا گاندھی کے ساتھ کام کرنے کا موقع بھی ملا تھا، خاص طور پر نہرو جی اُن پر بڑا بھروسہ کرتے تھے۔ وہ سب کو ساتھ لے کر کام کرنے کے عادی تھے، اِن ہی خوبیوں کے باعث ملک کے نئے وزیرِ اعظم بننے کا مرحلہ آیا تو وہی وزیرِ اعظم منتخب ہوئے اور تقریباً ڈیڑھ سال عہدے پر نہایت سادگی و ایمانداری کے ساتھ کام کرتے رہے۔ اپنے شاستری جی کے وزیرِ اعظم کا عہدہ سنبھالنے کے کچھ دن بعد ہندستان کی پاکستان سے جنگ شروع ہوگئی اور ضروری اشیا کی قیمتیں بڑھنے کی وجہ سے شاستری جی غریبوں کی تکلیف کا احساس کر کے بہت پریشان رہنے لگے۔ کئی دفعہ اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے، اُس وقت اناج کی بہت کمی محسوس ہو رہی تھی لہٰذا اُنھوں نے ہم وطنوں سے کہا کہ ہفتے میں ایک دن کھانے کا ناغہ کریں اور ہوٹل والوں سے اپیل کی کہ ایک دن اپنی ہوٹلیں بند رکھیں، جس پر ہندستان کی اکثریت نے عمل کیا۔

اُس وقت شاستری جی کی ایمانداری کے بارے ایک واقعے کا بھی کافی ذکر ہوا تھا کہ اُن کا لڑکا جس کمپنی میں کام کرتا تھا اُس کو وہاں سے ایک ہزار روپے تنخواہ ملتی تھی، کمپنی نے اِس میں اضافہ کر دیا۔ شاستری جی کو معلوم ہوا تو اُنھوں نے کمپنی کے مالک کو بلا کر کہا کہ اگر میری وجہ سے تنخواہ بڑھائی گئی ہے تو یاد رکھنا مجھ سے آپ کو اِس کے بدلے میں کوئی فائدہ ہونے والا نہیں ہے۔

کلدیپ نیّر بتاتے ہیں شاستری جی کے سامنے کسی پروجیکٹ کا منصوبہ رکھا جاتا تو پہلے یہ معلوم کرتے اِس سے کتنے لوگوں کو روزگار ملے گا، جس سے غریبوں اور ضرورت مندوں کے لیے اُن کی دلی ہمدردی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اُن کا یقین تھا کہ سخت محنت ہی عبادت ہے، خود بھی وہ 18 گھنٹے کام کرتے تھے اور نہایت سادہ زندگی گزارتے تھے۔ بعد میں بڑے عہدہ پر فائز ہونے پر بھی وہ اُتنی ہی تنخواہ میں اپنی گھر گرہستی چلانے تھے جو اُن کی ضرورت کے لیے کافی ہوتی اور باقی تنخواہ وہ سرونس آف دی پیوپلس سوسائٹی کو دے دیتے تھے۔ اس سلسلے کا ایک اور واقعہ اُن کی بہو نیرا شاستری نے بتایا ہے کہ شاستری جی جب ملک کے وزیرِ اعظم بن گئے تب بھی اُن کے بچے سائیکل پر ہی آتے جاتے تھے۔ ایک بار بچوں نے مل کر شاستری جی سے کہا کہ ہمارے دوست ہمیں اِس بات کے لیے چڑاتے ہیں کہ وزیرِ اعظم کے بچے ہو کر بھی تم لوگ سائیکل کا استعمال کرتے ہو اور سب بچے مل کر شاستری جی کو بینک سے لون لینے کے لیے منانے میں کامیاب ہوگئے اور بینک سے چھے ہزار روپے قرض لے کر ایک موٹر خریدی گئی لیکن شاستری جی سے اس بینک کا قرض ادا نہیں ہو سکا اور انتقال کے بعد بچوں نے اِسے ادا کیا۔

لال بہادر شاستری جی جواہر لال نہرو جیسی مقناطیسی شخصیت کے جانشیں کی حیثیت سے وزیرِ اعظم کی کرسی پر بیٹھے تھے جن کا بظاہر کامیاب ہونا مشکل نظر آتا تھا لیکن بعد کے حالات اور تاریخ نے اُنھیں حقیقت میں نہرو جی کا کامیاب جانشیں ثابت کر دیا حالاں کہ ڈیڑھ سال کا مختصر وقت اُنھیں ملا، اِس میں بھی وہ ایک موثر وزیرِ اعظم ثابت ہوئے کیوں کہ انڈین ایکسپریس کے ایڈیٹر فرینک موریس کے بقول شاستری جی میں ضبط کے ساتھ سب کی بات سُننے اور فیصلہ کرنے کی بڑی صلاحیت تھی جو جمہوری قیادت بعد اس کے نمائندوں کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ اُن کے سامنے بڑا چیلنج انتظامیہ میں ایمانداری کو یقینی بنانا تھا۔ وہ خود بھی ایماندار تھے، اُنھیں بدعنوانی کا مقابلہ کرنے میں مشکل پیش نہیں آئی۔ اپوزیشن کو بھی اُنھوں نے نظر انداز نہیں کیا اور جمہوری اداروں کا احترام کرتے رہے۔ اُن کے اِس رویے کی وجہ سے سب پُرامن ماحول میں اپنی اپنی ذمہ داری نبھاتے رہے۔ یہاں ریاستی وزرا کو بھی کام کرنے کا موقع ملتا رہا اور مختصر عرصے میں وہ غریبوں کے لیے کام کا آغاز کر سکے۔ اُن کی زندگی وفا کرتی تو یہ جوہر اور کھلتے۔ سچائی یہ ہے کہ شاستری جی ایک باعمل رہنما تھے۔ امنِ عالم کے قیام کی کوششوں کو وہ ہر ملک کے سربراہ کا فرض تصور کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب پاکستان سے جنگ ہوئی تو دونوں ملکوں کی امن گفتگو کو کامیاب بنانے کی خاطر وہ تاشقند مذاکرات میں حصہ لینے کے لیے کھُلے دل سے تیار ہوگئے اور امن کے معاہدے پر دستخط کر کے امن پسندی کا ثُبوت فراہم کیا جو اُن کا کارنامہ تھا۔ وہ عوامی زندگی کے بے باک اور سچے ترجمان تھے۔ انھوں نے سادگی پسندی کے ساتھ بلند خیالی کے اصولوں پر عمل کر کے تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ کے لیے ایک مقام حاصل کرلیا ہے۔ شاستری جی کی اِن ہی خوبیوں کے لیے آج ہم اُن کے یوم پیدائش پر انھیں یاد کر رہے ہیں۔

سچائی یہ ہے کہ شاستری جی ایک باعمل رہنما تھے۔ امنِ عالم کے قیام کی کوششوں کو وہ ہر ملک کے سربراہ کا فرض تصور کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب پاکستان سے جنگ ہوئی تو دونوں ملکوں کی امن گفتگو کو کامیاب بنانے کی خاطر وہ تاشقند مذاکرات میں حصہ لینے کے لیے کھُلے دل سے تیار ہوگئے اور امن کے معاہدے پر دستخط کر کے امن پسندی کا ثُبوت فراہم کیا جو اُن کا کارنامہ تھا۔ وہ عوامی زندگی کے بے باک اور سچے ترجمان تھے۔ انھوں نے سادگی پسندی کے ساتھ بلند خیالی کے اصولوں پر عمل کر کے تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ کے لیے ایک مقام حاصل کرلیا ہے۔ شاستری جی کی اِن ہی خوبیوں کے لیے آج ہم اُن کے یوم پیدائش پر انھیں یاد کر رہے ہیں۔

مکان نمبر 4، اسٹریٹ نمبر 1، ریت گھاٹ روڈ، بھوپال-462001
Mob. 6267843376

اردو دُنیا

اردو کی ترویج و ترقی کے لیے تحریری مہم شروع کرنے کا فیصلہ

نئی دہلی (6 اکتوبر)۔ اردو ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن دہلی اسٹیٹ کی ایک اہم میٹنگ مدینہ بک ڈپو، خیالہ (پٹیل نگر)، نئی دہلی میں ڈاکٹر مفتی جاوید انور کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ میٹنگ میں اردو ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن کے قومی صدر ڈاکٹر سیّد احمد خاں نے بھی شرکت کی اور تنظیمی و تحریکی امور کے حوالے سے اہم مشورے دیے۔ میٹنگ کے آغاز میں تنظیم کے بانی جنرل سکریٹری ڈاکٹر پرواز علوم کی جلد صحت یابی کے لیے دعا کی گئی اور اردو کے فروغ کے لیے ان کی گراں قدر خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ اس موقعے پر تنظیمی امور پر تفصیلی گفتگو ہوئی اور شہادت علی نظامی کی سربراہی میں مغربی دہلی میں اردو کی ترویج و ترقی کے لیے کیے جارہے اقدام کو سراہا گیا۔ میٹنگ میں وسیم احمد صدیقی نے اردو میڈیم اسکولوں میں اساتذہ کی قلت کا مسئلہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ بہت سے بچے اردو پڑھنا چاہتے ہیں، لیکن اساتذہ کی عدمت دستیابی کے باعث وہ اردو کی تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔ شیخ علیم الدین اسعدی نے اردو کی ترویج و ترقی کے حوالے سے تفصیلی اظہارِ خیال کیا۔ شہادت علی نظامی کو مغربی زون دہلی اور وسیم احمد صدیقی کو وال سٹی زون دہلی کی ذمے داری سونپی گئی۔ میٹنگ میں اتفاقِ رائے سے انجینئر فیروز مظفر کو اردو ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن دہلی اسٹیٹ کا جنرل سکریٹری منتخب کیا گیا۔ اس کے علاوہ اردو داں علاقوں کی نشان دہی کر کے موثر حکمتِ عملی تیار کرنے اور اہم مقامات پر ہندی اور انگریزی کے ساتھ اردو میں بھی تحریر کو یقینی بنانے پر زور دیا گیا۔ میٹنگ میں معروف شاعر و سینئر صحافی وفا اعظمی، ڈاکٹر شکیل احمد، ڈاکٹر غیاث الدین صدیقی، ڈاکٹر محمود عالم، حکیم محمد مرتضیٰ دہلوی، اسرار احمد اُجینی، معروف صحافی محمد اویس، محمد شاہد، شارق علی صدیقی اور محمد عمران قنوجی سمیت دیگر اہم شخصیات نے شرکت کی۔ آخر میں تمام شرکا کا شکریہ شہادب علی نظامی نے ادا کیا۔

(سیاسی تقدیر۔ دہلی)

رانچی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں شاعری و ادب کی گونج

رانچی (19 ستمبر)۔ یومِ ہندی کے پندرہ روزہ پروگرام کے موقعے پر رانچی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو اور ہندی ساہتیہ اکیڈمی، بھارت کے مشترکہ زیرِ اہتمام شعبۂ اردو کے سمینار ہال میں عظیم الشان مشاعرہ و اعزازی تقریب کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام میں ہندی اور اردو ادب کی شاندار روایات، باہمی بھائی چارے اور ادبی ہم آہنگی کا خوب صورت امتزاج دیکھنے کو ملا۔ تقریب کی صدارت معروف شاعر ڈاکٹر سریندر کور نیلم نے کی، جب کہ مہمانِ خصوصی ادیب اور رانچی یونیورسٹی کے شعبۂ ہندی کے سابق صدر ڈاکٹر ارون کمار تھے۔ پروگرام کی کامیاب نظامت معروف شاعر منوج چوہان نے انجام دی۔ پروگرام کی کنوینر اور ہندی ساہتیہ اکیڈمی، بھارت، رانچی کی صدر ڈاکٹر مینا بندھن نے تمام مہمانوں کا استقبال، شال، گلدستہ اور یادگاری نشان پیش کر کے کیا۔ وہیں شعبۂ اردو کے صدر ڈاکٹر رضوان علی نے شعبے کی جانب سے تمام مہمانوں اور شرکاے پروگرام کا خیر مقدم کیا اور سمینار و پروگرام کی تفصیلی روداد اور خاکہ پیش کیا۔ اس موقعے پر بطورِ مہمانِ خصوصی ڈاکٹر واسودیو پرساد (نائب صدر آچاریہ کُل جھارکھنڈ)، ڈاکٹر کمل بوس (سابق صدر شعبۂ ہندی، سینٹ زیویئرز کالج، رانچی)، ڈاکٹر ارچنا دوبے (صدر فیکلٹی آف ہیومنیٹیز، رانچی یونیورسٹی)، شعبۂ اردو کے استاد اعجاز احمد، معروف شاعر دولت رام شرما، ڈاکٹر اوم پرکاش (گورنمنٹ ٹیرچس ٹریننگ کالج کانکے، رانچی) موجود تھے۔

تمام مسائل کا حل اعلا تعلیم میں مضمر: شہناز سدرت

لکھنؤ (15 ستمبر)۔ ہندستانی مسلمانوں کو درپیش سماجی، تعلیمی اور معاشی مسائل کا حل صرف شکایات میں نہیں بلکہ تعلیم، ہنر، معاشی خود کفالت، باہمی اتحاد اور بہتر کردار کے ذریعے ممکن ہے۔ ہمیں اپنی آنے والی نسل کو مسائل کی وراثت دینے کے بجاے انھیں مسائل کا حل تلاش کرنے والی سوچ دینے کی ضرورت ہے۔ یہ خیالات بزمِ خواتین کی صدر بیگم شہناز سدرت نے 'ہندستانی مسلمان، اس کے مسائل اور ان کا حل' کے موضوع پر منعقدہ پروگرام میں پیش کرتے ہوئے کیے۔ انھوں نے کہا کہ کسی بھی معاشرے کی ترقی کی بنیاد تعلیم ہے۔ مسلم معاشرے کو اپنے بچوں کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم، سائنس، ٹیکنالوجی، کمپیوٹر، انگریزی، فارسی اور روزگار سے متعلق ہنر سے بھی جوڑنا ہوگا۔ صرف ڈگری حاصل کرنا کافی نہیں بلکہ نوجوانوں کو ایسے ہنر سے آراستہ کرنا ضروری ہے جس کے ذریعے وہ روزگار حاصل کرنے کے ساتھ دوسروں کے لیے روزگار کے مواقع بھی پیدا کر سکیں۔ انور جہاں نے مسلم معاشرے میں باہمی اتحاد کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ نظریات اور مسالک میں اختلاف اپنی جگہ، لیکن تعلیم، روزگار، سماجی اصلاح، خواتین کا تحفظ اور بچوں کے بہتر مستقبل جیسے مشترکہ مسائل پر معاشرے کو متحد ہو کر کام کرنا چاہیے۔ عرشیہ بانو نے خواتین اور بچیوں کی تعلیم کو معاشرے کی ترقی کی بنیادی ضرورت قرار دیتے ہوئے کہا کہ بیٹیوں کو صرف شادی کے لیے تیار کرنے کے بجاے انھیں اعلا تعلیم، ہنر، خود اعتمادی اور اپنے حقوق سے آگاہی فراہم کرنا ضروری ہے۔ سلمیٰ خاں نے نوجوانوں کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ نوجوان معاشرے کی سب سے بڑی طاقت ہیں۔ انھیں صحیح سمت فراہم کرنے کے لیے تعلیم، کھیل، ہنرمندی، کاروبار، رہنمائی اور سماجی خدمت کے مواقع فراہم کیے جانے چاہئیں۔ سونیا سریواستو نے کہا کہ کسی بھی معاشرے کی حقیقی شناخت اس کے کردار اور اخلاق سے ہوتی ہے۔ ایمانداری، اعتماد، اچھے پڑوسی کے تعلقات، خاندان کے تئیں ذمے داری اور معاشرے کی خدمت کے جذبے کو مضبوط کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ نور بانو اور اُمِّ بریرہ نے قرآن کی اُس تعلیم کا ذکر کیا جس میں انسان کو اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ پروگرام میں اس بات پر بھی زور دیا گیا کہ مسلم معاشرے کو صرف اپنے مسائل گنوانے کے بجاے ان کے عملی حل کے لیے مقامی سطح پر اقدام کرنے چاہئیں۔ محلّوں میں تعلیمی مراکز، ہنرمندی کی تربیت، کیریر گائیڈنس، خواتین کے لیے روزگار سے متعلق تربیتی پروگرام اور نوجوانوں کے لیے رہنمائی کے مراکز قائم کیے جاسکتے ہیں۔ (سیاسی تقدیر۔ دہلی)

مدارس کے ہزاروں اساتذہ کے خلاف بڑی کارروائی کی تیاری

یوپی میں کامل و فاضل کی ڈگری کی بنیاد پر ہوئے تقرر کو غیر آئینی قرار دے کر تنخواہوں پر روک لگنے کا خدشہ

لکھنؤ۔ اتر پردیش کے امداد یافتہ مدارس میں کامل و فاضل کی ڈگریوں کی بنیاد پر تقرر پانے والے ہزاروں اساتذہ اور غیر تدریسی ملازمین کی مشکلات بڑھنے کے آثار ہیں۔ سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد ریاستی حکومت کی سطح پر قانونی غور و خوض تیز ہو گیا ہے۔ معتبر ذرائع کے مطابق ریاستی ایڈوکیٹ جنرل کی رائے کے بعد ایسے ملازمین کی قانونی حیثیت اور تنخواہوں کی ادائیگی کے مستقبل کو لے کر غیر یقینی صورتِ حال پیدا ہوگئی ہے۔ اس خدشے بھی بھی اظہار کیا جارہا ہے کہ حکومت ان ڈگریوں کی بنیاد پر کیے گئے تقرر کو غیر قانونی قرار دینے اور تنخواہوں کی ادائیگی روکنے کی کارروائی کر سکتی ہے۔ تاہم اس سلسلے میں حکومت کا حتمی فیصلہ سامنے آنا باقی ہے۔

سپریم کورٹ کی جانب سے کامل اور فاضل سے متعلق قانونی دفعات کو 5 نومبر 2024 کو غیر آئینی قرار دیے جانے کے بعد ان دفعات کی بنیاد پر کیے گئے تقرر کی قانونی حیثیت کے حوالے سے حکومتی سطح پر سنجیدہ غور و خوض جاری ہے۔ ذرائع کے مطابق اس معاملے میں ایڈوکیٹ جنرل کی قانونی رائے حاصل ہو چکی ہے، جس کے بعد متعلقہ ملازمین کے تقرر اور تنخواہوں کی ادائیگی کے مستقبل کے تعلق سے تشویشات بڑھ گئی ہیں۔ موصولہ اطلاعات کے مطابق سپریم کورٹ میں دائر مقدمہ 'انجم قادری و دیگر بنام یونین آف انڈیا و دیگر' میں صادر فیصلے کے تناظر میں کامل اور فاضل سے متعلق دفعات کی آئینی حیثیت کا معاملہ سامنے آیا تھا۔ اس کے بعد محکمہ جاتی سطح پر غور و خوض کیا گیا تا کہ یہ طے کیا جاسکے کہ عدالتی فیصلے کا اطلاق کب سے ہوگا اور اس کا دائرہ کس طرح کے تقرر اور ملازمین تک وسیع ہوگا۔

اسی سلسلے میں یوپی کے محکمۂ اقلیتی بہبود نے اپنی قانونی رائے مرتّب کرتے ہوئے معاملہ محکمۂ قانون کو بھیجا، جہاں سے فائل ایڈوکیٹ جنرل کی رائے کے لیے ارسال کی گئی۔ ذرائع کے مطابق ایڈوکیٹ جنرل نے اپنی رائے میں سپریم کورٹ کی آئینی بنچوں کے مختلف فیصلوں کا حوالہ دیتے ہوئے اس قانونی اصول کی نشان دہی کی ہے کہ کسی قانونی دفعہ کو غیر آئینی قرار دیے جانے کی صورت میں عمومی طور پر اسے ابتدا ہی سے قانونی طور پر غیر موثر تصور کیا جاسکتا ہے، یعنی اسے ایسا سمجھا جاسکتا ہے جیسے وہ قانون کی حیثیت سے کبھی موجود ہی نہ رہی ہو۔ تاہم کسی مخصوص معاملے میں اس اصول کا حقیقی اطلاق متعلقہ عدالتی فیصلے، اس میں دی گئی ہدایات اور قابلِ اطلاق قانونی دفعات کی بنیاد پر ہی طے کیا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ ایڈوکیٹ جنرل کی قانونی رائے کی روشنی میں اگر کامل اور فاضل سے متعلق غیر آئینی قرار دی گئی دفعات کو ابتدا ہی سے غیر موثر مان کر کارروائی کی جاتی ہے تو ان ڈگریوں کی بنیاد پر ملازمت پانے والے اساتذہ اور غیر تدریسی ملازمین کے تقرر کی قانونی حیثیت کا ازسرِنو جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں متعلقہ ملازمین کی تنخواہوں کی ادائیگی بھی متاثر ہونے کا خدشہ ظاہر کیا جارہا ہے۔ تاہم محض کسی قانونی دفعہ کے غیر آئینی قرار دیے جانے سے اس کی بنیاد پر کیا گیا ہر تقرر خود بخود منسوخ ہو جاتا ہے یا تمام متعلقہ ملازمین کی تنخواہیں فوری طور پر روک دی جانی چاہئیں، ایسا نتیجہ متعلقہ عدالتی فیصلے، تقرر کے حالات اور مجاز اتھارٹی کے حکم کا جائزہ لیے بغیر اخذ نہیں کیا جاسکتا۔ اس پورے معاملے نے امداد یافتہ مدارس میں کامل اور فاضل کی ڈگریوں کی بنیاد پر تقرر پانے والے ملازمین میں تشویش پیدا کر دی ہے۔ اب تمام متعلقہ افراد کی نظریں حکومت کے آئندہ فیصلے پر لگی ہوئی ہیں، جس سے یہ واضح ہو سکے گا کہ ان ملازمین کے تقرر کے بارے میں کیا کارروائی کی جائے گی اور اس کا ملازمین کی ملازمت اور تنخواہوں پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔

اردو کی ترقی و ترویج کے لیے اکیڈمی کو مزید فعال بنائیں گے: سیّد حسین اختر

اورنگ آباد (14 ستمبر)۔ مہاراشٹر اسٹیٹ اردو ساہتیہ اکیڈمی کے کارگزار صدر سیّد حسین اختر نے روزنامہ 'اورنگ آباد ٹائمز' کے چیف اڈیٹر شعیب خسرو سے ان کی رہائش گاہ پر خصوصی ملاقات کی۔ اس موقعے پر اردو زبان و ادب کی موجودہ صورتِ حال، اکیڈمی کی سرگرمیوں، مراٹھواڑہ میں اردو کے فروغ اور ادیبوں وقلم کاروں کو اکیڈمی سے جوڑنے سمیت مختلف اہم امور پر تفصیلی تبادلۂ خیال کیا گیا۔ اس موقعے پر صحافی سیّد فاروق احمد، سوشل ورکر محسن نیر، مصوّر، ناصر باغبان اور انیس رامپورے بھی موجود تھے۔ اس موقعے پر سیّد حسین اختر کی شال پوشی اور گل پوشی کی۔ روزنامہ 'اورنگ آباد ٹائمز' کے چیف اڈیٹر شعیب خسرو نے مہاراشٹر اسٹیٹ اردو ساہتیہ اکیڈمی کی موجودہ کارکردگی پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ گذشتہ دور کے مقابلے میں اس مرتبہ اکیڈمی کی باگ ڈور مناسب اور اہل ہاتھوں میں سونپی گئی ہے جس کے مثبت نتائج نمایاں طور پر سامنے آرہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ مراٹھواڑہ بھر میں اردو اکیڈمی کی سرگرمیاں جس جوش وخروش کے ساتھ جاری ہیں وہ خوش آئند اور قابلِ ستائش ہیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ اردو کی ترقی وترویج کے میدان میں مہاراشٹر اسٹیٹ اردو ساہتیہ اکیڈمی اس وقت فعال نظر آرہی ہے۔ اکیڈمی کی جانب سے ادبی، ثقافتی اور صحافتی سرگرمیوں کو فروغ دینے کی کوششیں قابلِ تحسین ہیں۔ انھوں نے امید ظاہر کی کہ اکیڈمی مستقبل میں بھی اسی جذبے کے ساتھ کام جاری رکھتے ہوئے اچھا لکھنے اور پڑھنے والے افراد، نئے قلم کاروں اور اہلِ علم و ادب کو اپنے ساتھ جوڑے گی اور اردو کے فروغ کے لیے مزید موثر اقدام کرے گی۔ اس موقعے پر سیّد حسین اختر نے کہا کہ اردو اکیڈمی کی کارکردگی کو بہتر بنانے اور اردو زبان وادب کے فروغ کے لیے ایک مثبت، جامع اور موثر لائحۂ عمل تیار کیا جارہا ہے اور اس پر پوری سنجیدگی اور پابندی کے ساتھ عمل درآمد بھی جاری ہے۔

(اورنگ آباد ٹائمز۔ اورنگ آباد)

چیئرمین اسٹاف سلیکشن کمیشن سے

انجمن ترقی اردو بہار کے وفد کی ملاقات

پٹنہ (12 ستمبر)۔ عبدالقیوم انصاری (سکریٹری انجمن ترقی اردو بہار وسابق چیئرمین بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ) کے زیرِ قیادت انجمن ترقی اردو بہار کا ایک وفد شریمتی شوبھا اہونکر (چیئرمین اسٹاف سلیکشن کمیشن) سے ہارڈنگ روڈ کیمپ آفس میں مل کر اردو مترجمین اور نائب اردو مترجمین کے خالی عہدوں پر تقرر کے امتحان کے لیے نوٹیفکیشن جاری کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ انھوں نے جلد کارروائی کرنے کی یقین دہانی کرائی۔ اردو ڈائرکٹوریٹ کے ڈائرکٹر جناب ایس. ایم. پرویز عالم نے اردو مترجمین کی 211 پوسٹ اور نائب اردو مترجمین کے لیے 1951 پوسٹ پر تقرر کے لیے اسٹاف سلیکشن کمیشن کو مکتوب بھیجا ہے اور اس کے لیے شیڈول بھی جاری کیا گیا تھا۔ اسٹاف سلیکشن کمیشن کے چیئرمین کے نہیں رہنے کی وجہ سے تقرر کے عمل میں تاخیر ہوئی ہے۔ اب مستقل چیئرمین کا تقرر ہو چکا ہے اب جلد امتحان کی تاریخ کا اعلان، اسٹاف سلیکشن کمیشن کے ذریعے کیا جائے گا۔ اردو مترجمین اور نائب اردو مترجمین کے 2162 عہدوں پر تقرر ہونے کے بعد صوبۂ بہار کے 534 بلاک 534X، انچل 102، سب ڈویژن 102، ڈی. ایس. پی آفس 38، ایس. پی آفس 38، ضلع کے کلکٹر آفس صوبہ بہار کے تمام نگر نگم، نگر پریشد، نگر پنچایت اور 500 تھانوں میں ایک ایک اردو نائب مترجم کا تقرر کیا جائے گا اور اردو کے فروغ کے لیے حکومت بہار نے محکمۂ اردو ڈائرکٹوریٹ کے لیے دو ارب روپے بجٹ مختص کی گئیں، صوبہ بہار کے ضلع کلکٹر کو تین لاکھ روپے اردو کے فروغ، سمینار، تحریری و تقریری مقابلے اور مشاعرے کے انعقاد کے لیے دیے جارہے ہیں۔

'عظمتِ رفتہ کی جستجو' ایک علمی وادبی سفرنامہ

بیگوسرائے (8 ستمبر)۔ سفر ہمیشہ سے وسیلۂ ظفر رہا ہے، سفر سے مشاہدات و تجربات میں اضافہ ہوتا ہے، سفر سے قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ معلوم ہوتی ہے، اس لیے اللہ رب العالمین نے قرآنِ پاک میں سفر کا حکم فرمایا تاکہ سیر وسیاحت کرنے والے کو موعظت اور عبرت حاصل ہو سکے۔ یہی وہ ذریعہ ہے جس سے عظمتِ رفتہ کی جستجو اور اس کی بازیافت کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ ان خیالات کا اظہار آج یہاں اقلیتی ہاسٹل پوکھریا بیگوسرائے کے سپرنٹنڈنٹ مولانا مفتی محمد خالد حسین نیموی قاسمی (صدر جمعیۃ علماے بیگوسرائے) نے پوکھریا کے اقلیتی ہاسٹل میں اپنے صدارتی خطاب میں کیا جہاں علما و دانشور حضرات کے ہاتھوں مفتی عین الحق امینی قاسمی کے سفرنامہ 'عظمتِ رفتہ کی جستجو' کا شاندار رسمِ اجرا عمل میں آیا۔ صدرِ مجلس مفتی محمد خالد حسین نیموی قاسمی نے مزید کہا کہ اگر سفر مقاماتِ مقدسہ یا تاریخی مقامات کا ہو تو نورٌ علیٰ نور، ایسے ہی ایک سفر کی داستان 'عظمتِ رفتہ کی جستجو' کے نام سے میرے ہمدست ہے۔ یہ

...(بقیہ صفحہ 7 پر)

'اردو اور دیگر ہندستانی زبانیں: لسانی، ادبی وثقافتی روابط' کے موضوع پر دوروزہ قومی سمینار کا انعقاد

حیدرآباد/نئی دہلی (23 ستمبر)۔ سی پی ڈی یو ایم ٹی آڈیٹوریم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد میں قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی، بہ اشتراک مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد، دو روزہ قومی سمینار بعنوان 'اردو اور دیگر ہندستانی زبانیں: لسانی، ادبی و ثقافتی روابط' کا انعقاد کیا گیا، جس کے پہلے دن افتتاحی اجلاس کے علاوہ تین تکنیکی اجلاس منعقد ہوئے۔

افتتاحی اجلاس کی صدارت پروفیسر سید عین الحسن (وائس چانسلر، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد) نے کی۔ اس اجلاس کے دیگر شرکا میں پروفیسر ایس کے اشتیاق احمد (رجسٹرار، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد)، ڈاکٹر محمد شمس اقبال (ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی)، پروفیسر گلفشاں حبیب (ڈین، اسکول آف لنگویجز، لنگوسٹکس اینڈ انڈولوجی، مانو، حیدرآباد)، پروفیسر محمد نسیم الدین فریس (سابق ڈین، اسکول آف لنگویجز، لنگوسٹکس اینڈ انڈولوجی، مانو، حیدرآباد) اور ڈاکٹر شمع کوثر یزدانی، اسسٹنٹ ڈائرکٹر (اکیڈمک)، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی، شامل رہے۔

صدارتی کلمات پیش کرتے ہوئے پروفیسر سید عین الحسن نے کہا کہ قومی اردو کونسل اور مانو کا امتزاج فطری امتزاج ہے، جس کی کوششوں میں زبان کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ زبان اگر اپنی شناخت باقی رکھتی ہے تو یہ زندگی کے کسی بھی میدان میں ماند نہیں پڑتی۔ زبان اپنا راستہ خود بناتی ہے، جس کا خوب صورت سلسلہ شاعری سے شروع ہوتا ہے۔ زبان بولے جانے کے ساتھ ساتھ خاموشی کے ساتھ بھی اپنا گہرا اثر چھوڑتی ہے۔ انھوں نے اردو زبان سے پیدا ہونے والی کیفیات پر بھی روشنی ڈالی اور کہا کہ اردو میں یہ کیفیات دوسری زبانوں سے اختلاط اور میل جول سے ہی پیدا ہوئی ہیں۔ مہمانِ اعزازی پروفیسر اشتیاق احمد نے سمینار کے موضوع کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ یہ بہت ہی وسیع اور متنوع موضوع ہے، جس پر کافی علمی اور بامعنی گفتگو ہو سکتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ ماہرین اپنے مقالات میں اس پر بہتر انداز میں روشنی ڈالیں گے۔

...(بقیہ صفحہ 7 پر)

رفتید ولے نہ از دلِ ما

اقبال احمد عثمانی

مدنپورہ۔ محمد عمر رجب اردو ہائی اسکول کے سابق ہیڈ ماسٹر اقبال احمد عثمانی 12 ستمبر 2026 کو انتقال کر گئے۔ انتقال کے وقت اُن کی عمر 85 برس تھی۔ پس ماندگان میں چار بیٹیاں ہیں۔ اہلیہ چار سال قبل انتقال کر چکی ہیں۔ 12 ستمبر بروزِ ہفتہ بعد نمازِ عشا شہر کی علمی، ادبی، تدریسی اور سیاسی وسماجی شخصیات کی موجودگی میں انھیں ناریل واڑی قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔

مرحوم اقبال احمد عثمانی گذشتہ دو سال سے گردے کے مرض میں مبتلا تھے۔ پچھلے چند ماہ سے وہ صاحبِ فراش تھے۔ گھر سے باہر نکلنا بند ہو گیا تھا۔ ہفتے کی صبح ساڑھے دس بجے انھوں نے اپنی رہائش گاہ بیگ محمد بلڈنگ، محمد عمر رجب روڈ پر آخری سانس لی۔ درس وتدریس سے دلی وابستگی کی وجہ سے سبک دوشی کے باوجود وہ بچوں کو پڑھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ مرحوم شریف النفس، سادگی پسند اور اعلا اخلاقی اقدار کے مالک تھے۔ ان کی پیدائش اتر پردیش کے ضلع اعظم گڑھ میں یکم جولائی 1941 کو ہوئی تھی لیکن زندگی کا بیشتر حصہ ممبئی میں گزارا۔ لال باغ پر واقع ابھودیا اُردو میونسپل اسکول سے بحیثیت معلم عملی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ تقریباً 25 سال تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ان کا پروموشن بحیثیت ہیڈ ماسٹر محمد عمر رجب اسکول میں ہوا۔ 1999 میں وہ سبک دوش ہوئے۔ گذشتہ 27 برس سے سبک دوشی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس کے باوجود قوم کے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے آخری وقت تک کوشاں رہے۔ سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور بڑی خاموشی سے ضرورت مندوں کی مدد کیا کرتے تھے۔

ان کے بھتیجے عبداللطیف عثمانی نے بتایا کہ وہ گردے کے مرض میں مبتلا تھا۔ گذشتہ چند مہینوں سے زیادہ بیمار تھے۔ انھیں تعلیمی اور سماجی کاموں میں حصہ لینا بہت پسند تھا۔ انھیں متعدد تعلیمی اور سماجی اعزاز اور ایوارڈ سے نوازا گیا تھا۔

ادارہ 'ہماری زبان' مرحوم کے لیے مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبرِ جمیل کی دعا کرتا ہے۔

تحریر تاریخ نویسی اور سفری روداد کا نمونہ ہے۔ صاحبِ تحریر عزیز محترم مفتی عین الحق امینی قاسمی نائب صدر جمعیۃ علماے بیگوسرائے نے اپنے افکار و خیالات کو بڑی درستگی کے ساتھ الفاظ کے قالب میں ڈھالا ہے جس کا نتیجہ ہے کہ ان خطوں کی تاریخ اور ان خطوں سے وابستہ اکابر ومشائخ کی تاریخ دوبارہ فکر وشعور کے کینوس پر مرتعش ہونے لگی اور دل ودماغ میں تقریباً پانچ صدیوں کی روشن تاریخ کا نچوڑ سامنے آگیا۔ اس موقعے پر مولانا محمد صابر نظامی قاسمی جنرل سکریٹری جمعیۃ علماے بیگوسرائے اور ڈاکٹر فاروق اعظم قاسمی (اسسٹنٹ پروفیسر جی ڈی کالج بیگوسرائے) نے بھی خطاب کیا۔

مفتی شبیر انور قاسمی (ناظمِ تعلیمات مدرسہ بدرالاسلام بیگوسرائے) نے بحیثیت مہمانِ خصوصی اپنے قیمتی تاثرات کا اظہار کیا، جس میں انھوں نے سفر اور سفرنامے کی اہمیت وضرورت اور مصنفِ کتاب مفتی عین الحق امینی قاسمی کی صلاحیتوں کا بھرپور اعتراف کیا۔ مولانا سیّد محتشم اللہ ہاشمی ندوی سانہہ نے اپنے بھیجے ہوئے پیغام میں کہا کہ ظاہری و باطنی سطح پر خوب صورت شائع ہوئی ہے، جس کے لیے مصنفِ کتاب قابلِ مبارک باد ہیں۔ اس موقعے پر مفتی لقمان عثمانی قاسمی نے نعت النبی پڑھ کر خوب صورت سماں باندھا جس سے مجلس پُر کیف ہو گئی۔ ڈاکٹر فاروق اعظم قاسمی صاحب کی میزبانی میں رسمِ اجرا کی یہ تقریب بخیر و خوبی اپنے اختتام کو پہنچی۔ (روزنامہ 'پندار'۔ پٹنہ)

نئی کتابیں

تبصرے کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب : **مثلِ چراغ تھا وہ**
مرتبین : ڈاکٹر منصور احمد صدیقی/ڈاکٹر غلام اشرف قادری
ضخامت : 280 صفحات
قیمت : 350 روپے
ناشر : ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی-110002
تبصرہ نگار : ڈاکٹر ابراہیم افسر
E-mail: ibraheem.siwal@gmail.com

ارضِ شاہ جہاں پور اپنے قیام کے زمانے سے ہی علم و ادب اور محبانِ وطن کا مرکز رہی ہے۔اس شہر میں وطن کی آزادی کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والوں کی کمی نہیں رہی۔شہیدِ وطن اشفاق اللہ خاں کا تعلق بھی شاہ جہاں پور سے تھا۔ابتدا سے ہی شاہ جہاں پور میں علما، ادبا وشعرا کی اچھی خاصی تعداد رہی ہے۔آرڈی نینس کلودنگ فیکٹری، شاہ جہاں پور کے ملازمین میں بھی ادبی وشعری ذوق کا ٹھاٹے مارتا سمندر موجزن تھا اور ہے۔نسیم شاہ جہاں پوری نے بھی کلوونگ میں ملازمت کرتے ہوئے اپنے شعری ذوق کو بامِ عروج عطا کیا۔ان کا شمار دل شاہجہاں پوری کے خاص شاگردوں میں ہوتا ہے۔دل شاہ جہاں پوری کی وفات کے بعد انھیں ان کا جانشیں قرار دیا گیا۔ان کا پہلا شعری مجموعہ 'موجِ نسیم' 1966 میں منظرِ عام پر آیا۔حمد ونعت ومنقبت پر مشتمل مجموعہ 'المدد المدد یا نبیؐ' 2014 میں اور شعری مجموعہ 'آئینے میں ہے آئینہ ساز' 2015 میں شائع ہوئے۔ان کی ادبی خدمات کے عوض مختلف اداروں نے انھیں اعزازات وانعامات سے نوازا جن میں نعت ایوارڈ (2005)، ماجد ادبی ایوارڈ (2006) وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔نسیم شاہجہاں پوری 15 جولائی 1937 کو جوناگڑھ (گجرات) میں پیدا ہوئے اور 29 اگست 2020 کو شاہ جہاں پور میں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

زیرِ نظر کتاب میں اہلِ علم وقلم نے نسیم شاہ جہاں پوری کی وفات کے بعد ان کی شخصیت اور شاعری کے حوالے سے مضامین سپردِ قلم کیے ہیں۔جن مشاہیر نے نسیم صاحب کی علمی وادبی خدمات پر قلم اٹھایا ان میں ڈاکٹر منصور احمد صدیقی، ڈاکٹر غلام اشرف قادری، پروفیسر خالد حسین خاں، خالد علوی، سید مشہود جمال، ڈاکٹر صغیر احمد انصاری، رونق مصور عارفی، ساجد خیر آبادی، شبیر عباسی، ڈاکٹر جاوید نسیمی، ڈاکٹر ممنون حسن خاں ممنون، محمد عشرت صغیر، لطیف رشیدی، مولانا یوسف شاہ جہاں پوری، عبدالقدیر مسرور شاہ جہاں پوری، روبی، محمد مفیض الدین قادری، عرفان احمد انصاری اور سید احسن میاں صاحب کے نام قابلِ ذکر ہیں۔جن شعرا نے نسیم شاہ جہاں پوری کو منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا ان میں مبارک شمیم، ساغر وارثی، واصف اسعدی، اصغر یاسر اور حمید خضر اہمیت کے حامل ہیں۔

ڈاکٹر خالد حسین خاں نے زیرِ نظر کتاب پر مفصل ومبسوط مقدمہ تحریر کیا ہے۔انھوں نے مقدمے میں نسیم شاہ جہاں پوری کی شخصیت اور شاعری کے علاوہ ذاتی تعلقات پر بھی گفتگو کی ہے۔نسیم شاہ جہاں پوری کی وفات کے بعد لکھی گئی اس تحریر میں انھوں نے اپنے دلی جذبات و کیفیات کو یوں پیش کیا:

''شاہ جہاں پور کی شعر وسخن کی محفلیں اُداس ہیں، موجِ صہبائے کہن اور موجِ نسیمِ سخن ساکت ہوگئی ہے۔طائروں، شاعروں کی خوش الحانیاں معدوم ہوگئی ہیں، آہوانِ دشتِ سخن اپنی چوکڑیاں بھُلا کر خاموش اور سوگوارانِ چمنستانِ شاہجہاں پور پر ایک سناٹا چھایا ہوا ہے۔دبستانِ شاہجہاں پور پر ہُو کا عالم ہے۔یہ کیفیت، اور یہ صورت اور یہ مغمومیت اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب کوئی خوش خصال، صوفی مثال، لازوال، باغبانِ شعروادب اس جہانِ فانی سے رُخصت ہو جاتا ہے! آج ہمارے درمیان، استاد شاعر، فنِ عروض کا ماہر، مردم خیز سرزمینِ شاہ جہاں پور سے تعلق رکھنے والے مبتدیانِ سخن کی چارہ جوئی اور رہنمائی کرنے والے شاعرِ فطرت، حضرت نسیم شاہ جہاں پوری ہمارے درمیان نہیں رہے''۔(ص11)

سیّد مشہود جمال نے اپنے مضمون میں نسیم شاہ جہاں پوری کے کلام کو تنقیدی نقطۂ نظر سے پرکھا ہے۔انھوں نے 1959 میں دل شاہ جہاں پوری کے انتقال کے بعد ان کے جانشیں کے قضیے پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔انھوں نے بتایا کہ نیاز فتح پوری، نوح ناروی اور نواب جعفر علی خاں اثر لکھنوی وغیرہ نے نسیم شاہ جہاں پوری کو دل شاہ جہاں پوری کا جانشیں تسلیم کیا تھا۔حالاں کہ اس جانشینی کے بعد شہر شاہ جہاں پور میں شعرا کے ایک طبقے نے ان کی مخالفت کی اور شاعرانہ چشمکوں میں اضافہ ہوا۔سیّد مشہود جمال کے مطابق نسیم شاہ جہاں پوری نے جس زمانے میں شاعری شروع کی وہ زمانہ غزل مخالف تھا۔اس کے باوجود انھوں نے اپنے شعری کمالات سے عوام وخواص کو متوجہ کیا۔اس ضمن میں نسیم شاہ جہاں پوری کے دو اشعار ملاحظہ کیجیے:

دورِ غم میں جو چلیں دورِ طرب کی باتیں
میں نے ہر ایک سے پوچھا ہیں کب کی باتیں

.....

جن کو منزل رسی پر بہت ناز تھا
راستے میں وہی کارواں لُٹ گیا

ساجد خیر آبادی نے اپنے مضمون میں نسیم شاہ جہاں پوری کی حیات وادبی خدمات اور آرڈی نینس کلوونگ فیکٹری سے متعلق بہت ہی کارآمد باتیں تحریر کی ہیں۔انھوں نے آرڈی نینس کلودنگ فیکٹری میں منعقد ہونے والے مشاعروں کی کامیابی میں نسیم شاہ جہاں پوری کے کلیدی کردار کا خصوصی ذکر کیا ہے۔نسیم صاحب کا شاہ جہاں پور سے کلکتہ میں تبادلہ ہونے کے باوجود ان کی ادبی سرگرمیاں بہ دستور جاری وساری رہیں۔کلکتہ کے موقر رسائل وجرائد میں آپ کا کلام متواتر شائع ہوتا تھا۔1995 میں آپ کلکتہ سے ریٹائر ہو کر واپس شاہ جہاں پور آگئے۔ساجد خیر آبادی نے اپنے مضمون میں نسیم شاہ جہاں پوری کے نعتیہ کلام 'المدد المدد یا نبیؐ' پر تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے۔نسیم شاہ جہاں پوری کے چند نعتیہ اشعار ملاحظہ کیجیے:

خلق کی رہبر، خاص پیمبر، ساقیِ کوثر، شافعِ محشر
سب سے افضل شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

.....

افضل میرے آقا کے سوا کوئی نہیں ہے
ہاں کوئی نہیں بعدِ خدا کوئی نہیں ہے

زیرِ نظر کتاب کے مرتبین نے اپنی بیش قیمت آرا میں نسیم شاہجہاں پوری کی شاعری اور ان کی شخصیت کا احاطہ 'عرضِ مرتبین' کے تحت کیا ہے۔دونوں مرتبین نے بیک وقت نسیم شاہ جہاں پوری کے معاصرین، اساتذہ اور شاہ جہاں پور کے ادبی ماحول پر ناقدانہ وتحقیقی گفتگو کی ہے۔

بہر نوع! نسیم شاہ جہاں پوری جیسے قادر الکلام شاعر کی ادبی خدمات کے اعتراف میں کتاب شائع ہونا فخر وانبساط کی بات ہے۔نواب جعفر علی خاں اثر لکھنوی نے نسیم شاہ جہاں پوری کی شاعری سے متاثر ہو کر انھیں 'شاعرِ فطرت' کے لقب سے نوازا تھا۔اسی طرح علامہ عبدالحمید میاں بدایونی نے انھیں 'فخرِ سلسلۂ حضرت امیر مینائی' کے اعزاز سے سرفراز کیا۔نسیم شاہ جہاں پوری نے اپنے کلام میں مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی لیکن غزل ان کا اختصاص تھا۔'موجِ نسیم' میں شامل غزلیں قارئین کو اپنی جانب متوجہ کرنے میں کامیاب ہوئی ہیں۔مشاعروں میں شرکت کرنا ان کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔شاہ جہاں پور اور اس کے قرب وجوار میں ہونے والے مشاعروں میں ان کے کلام کو توجہ کے ساتھ سنا جاتا تھا۔نسیم شاہ جہاں پوری نے حضرت دل شاہ جہاں پوری کی ادبی روایت کو تاحیات قائم ودائم رکھا۔آخر میں نسیم شاہ جہاں پوری کا ایک شعر ملاحظہ کیجیے جس میں انھوں نے اپنے دل کی کیفیت کو قارئین تک بہم پہنچانے کی کامیاب کوشش کی ہے:

ہم کو جینے کی نہ مرنے کی دعا دیتے ہیں
جانے کس جرم کی احباب سزا دیتے ہیں

❖❖❖

بُڑھاپا

(بقیہ صفحہ 8 سے آگے)

☆ ہوٹل میں کھانا کھانے کے بعد آپ گُنگنے پانی میں لیمو نچوڑ کر ہاتھ دھونے کے بجائے اسے پی لیں۔
☆ آپ کیترینہ کیف کی طرح آم کھائیں جیسا کہ Slice کے اشتہار میں دکھایا گیا ہے۔
☆ ہر کام میں آپ کو مدد کی ضرورت محسوس ہو مثلاً پاجامے کا کمر بند نہ کھل رہا ہو تو بیگم کی ضرورت محسوس ہو۔
☆ بار بار پینٹ یا پاجامہ اُلٹا پہن لیں۔
☆ شرٹ کے بٹن اوپر نیچے کر دیں۔
☆ شرٹ کا آخری بٹن پینٹ کے بٹن سے جوڑ دیں۔
☆ میسیج کرنے میں گڑبڑ ہو جائے مثلاً شادی کے موقع پر میسیج کریں 'اللہ مغفرت فرمائے اور موت پر میسیج کریں 'ایسے مواقع بار بار آئیں'
☆ خط لکھتے وقت ریسور کی جگہ بھی اپنا نام وپتا لکھ دیں۔
☆ کوئی نوجوان سلام نہ کرے تو آپ کو غصّہ آئے اور اس کے والدین کو کوسنے لگیں کہ کیسی تربیت کی۔
☆ دوسری شادی کی خواہش دَم توڑ دے۔
☆ جب بیوی آپ کو شک کرنے لائق نہ سمجھے۔
☆ ہم نے کہیں پڑھا ہے یا سُنا ہے کہ حساب کتاب کے دن اللہ رحیم وکریم اپنے بندوں کے سفید بالوں پر ترس کھائے گا۔اس سے بڑھ کر بڑھاپے کا اور کیا Advantage ہو سکتا ہے۔

آ بڑھاپے تیرے چہرے کی بلائیں لے لوں
تجھ کو پایا ہے مری جان جوانی دے کر

(غوث خواہ مخواہ)

بعض اولادیں اپنے والدین کے بڑھاپے سے تنگ آ کر انھیں Old Age Home چھوڑ آتی ہیں۔ایک نوجوان اپنی بوڑھی ماں کو اولڈ ایج میں چھوڑ کر جانے لگا تو وہ چلّا کر بولی 'بیٹا میری چنتا مت کرنا۔اپنا خیال رکھنا' پھر دھیرے سے بڑبڑائی 'مَیں نے تین مرتبہ اَبورشن کروایا تھا۔مَیں بیٹی نہیں چاہتی تھی۔مَیں نے بیٹے کے لیے بڑی دعائیں کی تھیں۔'

☆☆☆

'اردو اور دیگر ہندستانی زبانیں: لسانی، ادبی و ثقافتی روابط' کے موضوع پر

دو روزہ قومی سمینار کا انعقاد

(بقیہ صفحہ 5 سے آگے)

افتتاحی کلمات میں ڈاکٹر محمد شمس اقبال نے سمینار کے موضوع کی معنویت پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا یہ سمینار ایسی جگہ، یعنی مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں منعقد ہو رہا ہے، جو اردو کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ قومی اردو کونسل نے زبان کے حوالے سے جو سمینار منعقد کیے ہیں یا کر رہی ہے، ان میں کونسل کی یہ کوشش رہی ہے کہ زبان کے ذریعے ہندستان کی تکثیریت پر بھرپور گفتگو ہو اور زبان کی خوب صورتی کے ساتھ اس کی مختلف خوبیوں کو بھی واضح کیا جا سکے۔

استقبالیہ کلمات ادا کرتے ہوئے پروفیسر گلفشاں حبیب نے تمام مہمانوں کا استقبال کیا اور اس دوروزہ سمینار کے مقاصد پر بھی روشنی ڈالی۔ کلیدی خطبے میں پروفیسر محمد نسیم الدین فریس نے اردو کی لسانی، ادبی اور تہذیبی روایت پر روشنی ڈالتے ہوئے تینوں کے تاریخی تناظر اور عملی جہت کو واضح کیا اور کہا کہ زبانوں کے باہمی اختلاط سے اخذ و قبول کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، جس کے گہرے اثرات ایک دوسرے پر مرتب ہوتے ہیں۔ سنسکرت اور تدبھو کے بغیر اردو کے جملے لکھنا محال ہے، اس لیے کہ اس کا بنیادی ڈھانچہ ہند آریائی ہے۔ اردو نے مختلف علاقوں کی بولیوں سے بھی کافی استفادہ کیا ہے۔ اس حوالے سے یہ بہت ہی سیال زبان رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی بہت سی کہاوتیں، محاورے اور تلمیحات ایسی ہیں جو ہندستانی تہذیب کی بہترین نمائندگی کرتی ہیں۔

افتتاحی اجلاس کی نظامت کے فرائض پروفیسر محمد عبدالسمیع صدیقی (ڈائرکٹر، سی پی ڈی یو ایم ٹی، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد) نے انجام دیے۔

پہلے تکنیکی اجلاس کی صدارت پروفیسر رحمت یوسف زئی اور پروفیسر شبھ دیو شرما نے کی۔ اس تکنیکی اجلاس میں پروفیسر شہاب ظفر اعظمی، پروفیسر محمد جہانگیر وارثی، پروفیسر نکہت جہاں، پروفیسر مشتاق عالم قادری اور جناب وقار قادری نے اپنے مقالات پیش کیے۔ اس اجلاس میں نظامت کے فرائض محترمہ نہاں رباب نے انجام دیے۔

دوسرے تکنیکی اجلاس کی صدارت پروفیسر محمد جہانگیر وارثی اور پروفیسر سید سجاد حسین نے کی۔ اس اجلاس میں پروفیسر سید محمود کاظمی، پروفیسر احمد خان، جناب مکرم نیاز، ڈاکٹر طلحہ عرفان اور ڈاکٹر ریشما قمر نے اپنے مقالات پیش کیے۔ اس تکنیکی اجلاس میں نظامت کے فرائض جناب محمد فرقان عالم نے انجام دیے۔

تیسرے تکنیکی اجلاس کی صدارت پروفیسر صدیقی محمود اور پروفیسر وبھا شرما نے کی۔ اس اجلاس میں پروفیسر عزیز بانو، پروفیسر سید شجاعت علی، پروفیسر فیروز عالم اور ڈاکٹر صابر علی سیوانی نے اپنے مقالات پیش کیے۔ اس تکنیکی اجلاس کی نظامت کے فرائض محترمہ عصمت فاطمہ نے انجام دیے۔ آخر میں مانو ڈراما کلب کی ٹیم نے 'رستم و سہراب' کے عنوان سے ڈراما پیش کیا۔

دوسرے دن سمینار کے چوتھے تکنیکی اجلاس کی صدارت پروفیسر سید محمود کاظمی اور پروفیسر فضل اللہ مکرم نے کی۔ اس میں پروفیسر فہیم الدین احمد، پروفیسر افتخار احمد، ڈاکٹر اجے مالویہ (آن لائن) اور محترمہ عصمت فاطمہ نے اپنے مقالات پیش کیے۔

پروفیسر فضل اللہ مکرم نے صدارتی کلمات پیش کرتے ہوئے کہا کہ زبانیں اخذ و استفادہ سے ہی ترقی پاتی ہیں۔ اگر کسی بھی زبان نے اس عمل کو عملی طور پر نہیں برتا تو وہ تنگ ہوتی چلی جاتی ہے۔ اردو زبان کی خوب صورتی ہی یہ ہے کہ اس نے لین دین کے عمل کو مسلسل جاری رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ زبان تہذیبوں کے تنوع کو بھی واضح کرتی ہے۔ پروفیسر سید محمود کاظمی نے صدارتی خطاب میں سیشن کے تمام مقالات پر گفتگو کرتے ہوئے اردو الفاظ کے تہذیبی، ثقافتی اور لسانی پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور ترجمہ نگاری کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے اس کے بنیادی نکات کی طرف بھی مفید اشارے کیے۔ اس تکنیکی اجلاس میں نظامت کے فرائض ڈاکٹر صبا خاتون نے انجام دیے۔

پانچویں تکنیکی اجلاس کی صدارت پروفیسر محمد نسیم الدین فریس نے کی۔ اس سیشن میں پروفیسر سید سجاد حسین، پروفیسر وبھا شرما اور ڈاکٹر شاکر رضا نے اپنے مقالات پیش کیے۔

صدارتی خطاب میں پروفیسر محمد نسیم الدین فریس نے سیشن کے مقالات پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ لسانی لین دین زبانوں کی خصوصیت ہوتی ہے۔ الفاظ مسافر ہوتے ہیں، لیکن زبانوں کے درمیان ان کی کوئی نہ کوئی منزل ضرور ہوتی ہے۔ اردو زبان کے تنوع کے پیش نظر اس کو کسی دائرے میں محصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس تکنیکی اجلاس میں نظامت کے فرائض ڈاکٹر جرار احمد نے انجام دیے۔

چھٹے تکنیکی اجلاس کی صدارت پروفیسر شہاب ظفر اعظمی اور پروفیسر رضاء اللہ خان نے کی۔ اس میں پروفیسر ابوشہیم خان، پروفیسر آمنہ تحسین، ڈاکٹر محمد جابر اور ڈاکٹر انو پما پال (آن لائن) نے اپنے مقالات پیش کیے۔ صدارتی خطاب میں پروفیسر شہاب ظفر اعظمی نے سمینار کے موضوع کی اہمیت اور اس کے عملی تنوع پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ کشمیر سے کنیا کماری تک جو محاورے ہم بولتے ہیں، یہ سمینار تنوع کی وجہ سے اس کی عمدہ مثال ہے۔ پروفیسر رضاء اللہ خان نے اپنے صدارتی خطاب میں اردو اور دیگر زبانوں کے حوالے سے جدید ٹیکنالوجی کے تناظر میں گفتگو کی اور کہا کہ زبانوں کے بنیادی تقاضوں کو برقرار رکھتے ہوئے جدید تقاضوں، بالخصوص مصنوعی ذہانت کے چیلنجز کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے۔

اس تکنیکی اجلاس کے فوراً بعد اختتامی اجلاس منعقد ہوا، جس کی صدارت پروفیسر سید علیم اشرف جائسی (پروفیسر ایمریٹس، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد و کنوینر سمینار) نے کی اور کلماتِ تشکر ڈاکٹر محمد شمس اقبال (ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی) نے پیش کیے۔ اس میں پروفیسر مہ جبین غزال (میسور)، پروفیسر مشتاق عالم قادری (شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی) اور محمد سلمان (ریسرچ اسکالر، مانو، حیدرآباد) نے دوروزہ سمینار کے حوالے سے اپنے تاثرات پیش کیے۔ انھوں نے سمینار کے موضوع کی اہمیت اور اس میں پیش کیے گئے مقالات کے تنوع پر بھی گفتگو کی اور کہا کہ اس معنی میں وسعتِ فکر و نظر کے اعتبار سے یہ سمینار بہت ہی کامیاب اور معنی خیز رہا۔

ڈاکٹر محمد شمس اقبال نے کلماتِ تشکر ادا کرتے ہوئے کہا کہ اس سمینار کے موضوع کے تعلق سے ہماری جو سوچ تھی، اس اعتبار سے سمینار کامیاب رہا۔ اس میں مقالہ نگاروں نے معنی خیز گفتگو کی۔ انھوں نے زبانوں کے حوالے سے قومی اردو کونسل کے ذریعے گذشتہ ڈھائی برسوں میں منعقد کیے گئے سمینارز اور پروگراموں پر روشنی ڈالی اور کہا کہ اردو اور ہندستانی زبانوں کے باہمی رشتوں کے ساتھ وکست بھارت کی تعمیر اور نئی تعلیمی پالیسی 2020 سے جڑے مختلف پہلوؤں کو اردو زبان سے مربوط کر کے کونسل نے کئی اہم اور کامیاب سمینارز، مذاکرے اور پینل ڈسکشنز کا اہتمام کیا ہے۔

شام میں 'بزمِ سخن' کے عنوان سے مشاعرہ کا اہتمام کیا گیا جس کی صدارت پروفیسر سید عین الحسن نے کی، جس میں جناب مصحف اقبال توصیفی، ڈاکٹر محسن جلگانوی، جناب سردار سلیم، جناب محبوب خان اصغر، پروفیسر مہ جبیں نجم غزال، جناب سیف نظامی، پروفیسر شیخ وسیم، پروفیسر افتخار احمد، شریف اطہر اور شیخ احمد ضیا نے کلام پیش کیا اور سامعین کو محظوظ کیا۔ مشاعرہ کی نظامت پروفیسر محمد عبدالسمیع صدیقی نے کی۔

انجمن ترقی اردو (ہند) کی چند مطبوعات

میرے مضامین (مجموعۂ مضامین و مقالات)	ڈاکٹر ماجد دیوبندی	300/-
نسخۂ حفیظ الدین احمد	اطہر فاروقی	1000/-
سرودِ عشق	شاہ رُخ جمال	200/-
گل دوگانہ	سیّد کاشف رضا	300/-
مشائخِ دہلی کی جامع تاریخ	پروفیسر شریف حسین قاسمی	700/-
مقالاتِ نظامی (پانچ جلدیں)	خلیق احمد نظامی	4500/-
نگینے لوگ (خاکوں کا مجموعہ)	معصوم مرادآبادی	250/-
ہمارا شہر اُس برس (گیتانجلی شری)	ترجمہ: آفتاب احمد	700/-
میں میر میر کر اس کو بہت پکار رہا	سرور الہدیٰ	500/-
1857 کی اَن کہی حیرت انگیز داستانیں	شمس الاسلام	300/-
دیووں کا ظہور (الوک اگروال/ مینک اگروال) مترجم: سیّد وجاہت مظہر		500/-
غزل اور فنِ غزل	ڈاکٹر نریش	200/-
فرہنگِ تلفظ: ایک تحقیقی و تنقیدی مطالعہ	سیّد رضوان علی ندوی	
	رؤف پاریکھ	250/-
مشاہیرِ ادب کے خطوط رشید حسن خاں کے نام	ابراہیم افسر	600/-
منیب الرحمٰن کی ایک صدی	بیدار بخت/ انور احمد	400/-
اردو املا اور حروفِ تہجی: لسانیاتی تناظر	رؤف پاریکھ	300/-
رموزِ اوقاف: کب، کہاں اور کیوں؟	ڈاکٹر شمس بدایونی	300/-
غروبِ شہر کا وقت	اُسامہ صدیق	900/-
کچھ اُداس نظمیں	ہربنس کھیا	300/-
میانِ من و تو (تحقیقی و تنقیدی مضامین)	پروفیسر شاہد کمال	500/-
میرا جنون اردو (خطبات و مضامین)	طاہر محمود	700/-
میر کی خود نوشت سوانح (ثنا احمد فاروقی)	صدف فاطمہ	400/-
کلّیاتِ خطباتِ شبلی	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	400/-
آزادی کے بعد کی غزل کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر بشیر بدر	500/-
اداریے (مشفق خواجہ)	محمد صابر	500/-
انور عظیم کی ادبی کائنات	فیضان الحق	700/-
بچوں کا گلدستہ (پانچ جلدیں)	غلام حیدر	2400/-
تحقیق و توازن	ڈاکٹر نریش	250/-
تحقیقی مباحث	رؤف پاریکھ	300/-
چند فکری و تاریخی عنوانات	پروفیسر حکیم سیّد ظل الرحمٰن	400/-
ریت سمادھی (گیتانجلی شری)	ترجمہ: آفتاب احمد	900/-
حکمِ سفر دیا تھا کیوں	شانتی ویرکول	200/-
عہدِ وسطیٰ کی ہندستانی تاریخ کے چند اہم پہلو	اقتدار عالم خاں	350/-
قدرت کا بدلا (موسم کا بدلاؤ)	سیّد ضیاء حیدر	600/-
کتابیاتِ حالی	ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد	300/-
یہ تو عشق کا ہے معاملہ	ڈاکٹر ہلال فرید	300/-
جب دیوں کے سر اُٹھے	ڈاکٹر ہلال فرید	360/-
سیر المنازل (مرزا سنگین بیگ)	شریف حسین قاسمی	600/-
محرابِ تمنا	فطرت انصاری	200/-
مکتوباتِ مولوی عبدالحق بنام مشاہیر...	میر حسین علی امام، یاسمین سلطانہ فاروقی	700/-
لفظ (کلیاتِ زہرا نگاہ)	زہرا نگاہ	500/-
In This Live Desolation (Autobiography of Akhtarul Iman)	ترجمہ: بیدار بخت	500/-
سخنِ افتخار (کلیاتِ افتخار عارف)	افتخار عارف	1500/-
گواہی (شاعری)	گوہر رضا	500/-
میری زمین کی دھوپ (ہندی)	ونود کمار ترپاٹھی بشر	400/-
کھلا دروازہ	ڈاکٹر نریش	250/-
ٹیپو سلطان کا خواب (گریش کرناڈ)	محبوب الرحمان فاروقی	300/-
اپنی دنیا آپ پیدا کر	غلام حیدر	900/-

بڑھاپا

شیخ رحمٰن اکولوی

انسان کی زندگی تین ادوار پر مشتمل ہے، بچپن، جوانی، بُڑھاپا۔ بچّے کے بچپن سے گھر کے سبھی افراد لطف اندوز ہوتے ہیں مثلاً اس کا رونا، مسکرانا، ہنسنا، گھٹنوں پر رینگنا کھڑے ہونے کی کوشش میں، گرنا پھر اُٹھنا، توتلی زبان میں بولنا۔ لیکن بچّے کا حال یہ ہوتا ہے کہ 'جو رہی سو بے خبری رہی' جوانی کے بارے میں عام خیال ہے کہ گیلے صابن کی طرح ہاتھ سے پھسل جاتی ہے۔ جوانی کی امنگوں ترنگوں، اور موج مستی میں یہ وقت کب گزر جاتا ہے پتہ ہی نہیں چلتا۔ بُڑھاپا دھیرے دھیرے پاؤں نکالتا ہے۔ چالیس سال کے بعد آنکھوں پر چشمہ چڑھ بیٹھتا ہے۔ کسی کی دُور کی نظر کمزور ہو جاتی ہے، کسی کی نزدیک کی۔ ڈھکّن کی دُور کی نظر کمزور ہوگئی تو ہم نے کہا 'خیال کرو' وہ بولے 'میری نزدیک کی نظر صحیح ہے آتی جاتی رونقوں سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔ مَیں اسی میں خوش ہوں'۔ سَر کے بالوں سے اِسنوفال (Snow fall) کی سی سفیدی جھانکنے لگی ہے۔ چڑچڑا پن ناک پر مستقل ٹھکانہ بنانے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔ 'کان' ضدّی بچے کی طرح کبھی کوئی بات سنتے ہیں اور کبھی کسی بات کو یکسر نظر انداز کر جاتے ہیں۔ 'دانت' 20-20 کی وکٹوں کی طرح گرنے لگتے ہیں۔ آدمی جب بات کرتا ہے تو بیشتر حروف منہ میں دَم توڑ دیتے ہیں۔ اس بات کو شدّت سے محسوس کرنے والا شخص ذہنی طور پر ڈسٹرب (Disturb) ہو جاتا ہے اور رُک رُک کر ٹکڑوں میں بات کرنے لگتا ہے۔ بوڑھے بینائی کی کمزوری پر بہت کُڑھتے ہیں۔ اور ان کی یہ اُلجھن ان لفظوں میں ظاہر ہوتی ہے:

پیری نے یہ حال کر دیا آنکھوں کا
مل جائے جوانی تو نہ پہچانیں ہم

'بڑھاپے' پر دوسرے لفظوں میں روشنی ڈالیں تو کہہ سکتے ہیں کہ جیسے جیسے آدمی بوڑھا ہوتا ہے، امیر بنتا جاتا ہے۔ بالوں میں چاندی، دانتوں میں سونا، کان میں گہنہ، آنکھوں میں 'موتی' اور کڈنیوں میں قیمتی پتھر پائے جاتے ہیں۔

جوانی میں انسان چست درست ہوتا ہے تو اکثر و بیشتر اس کے مزاج میں کسی قدر سرکشی کا عنصر شامل ہو جاتا ہے اور وہ بزرگوں کو سلام کرنا بھی ضروری نہیں سمجھتا۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر شاعر نوجوانوں کو نصیحت کرتا نظر آتا ہے:

مغرور نہ ہو اپنی جوانی پہ آدمی
پیری نے آسماں کی کمر کو جھکا دیا

کچھ بوڑھے خود کو 'بوڑھا' ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ وہ اس بات پر اڑے رہتے ہیں کہ 'ابھی تو مَیں جوان ہوں' کوئی ان سے کہے کہ جناب آپ کے سَر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے ہیں تو وہ یہاں بھی گنجائش نکال لیں گے اور ڈھٹائی سے کہیں گے۔ 'آنکھوں کا نور جا کے یوں پھیلا ہے'۔ اس معاملے میں چچا غالبؔ نے تو حد ہی کر دی کہتے ہیں:

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغرو مینا میرے آگے

بعض بوڑھے حقیقت پسند ہیں وہ از خود اپنے بُڑھاپے کا اعتراف بڑی حسرت سے ان الفاظ میں کرتے نظر آتے ہیں:

وہ کیا زمانہ تھا ہر لحاظ سے فٹ تھے
آج کل یہ حالت ہے چول چول ڈھیلی ہے

بڑھاپے میں حضرت جوش کا سارا جوش دھرا رہ گیا وہ دعا مانگتے نظر آئے:

حسینائیں کہیں آپ ہمارے ہیں بزرگ
وہ دن نہ کبھی ہم کو دکھانا یارب

زندہ دل بوڑھے، بڑھاپے کو نہ صرف قبول کرتے ہیں بلکہ اسے انجوائے (Enjoy) بھی کرتے ہیں۔ کمر کا جھکنا انہیں تاسف، یا ملال میں مبتلا نہیں کرتا۔ ان کی زندہ دلی ملاحظہ فرمائیں:

پیری سے ہیں خم حشر میں دیکھے گا کون
جنّت میں جھکے چلے جائیں گے

ایک بوڑھا شخص ایک بزرگ خاتون کے قریب جا کر کچھ کہنا چاہتا تھا خاتون کو اس کی نیّت میں فتور نظر آیا وہ بول پڑی 'مردود تجھے شرم نہیں آتی تیرے پاؤں قبر میں لٹکے ہوئے ہیں اور تجھے عشق سُوجھ رہا ہے۔ جا اور اوپر جانے کی تیاری کر' بوڑھا بولا 'جانِ من وہی تو کر رہا ہوں۔ سُنا ہے مرنے کے بعد حوریں ملیں گی۔ اب پتہ نہیں کہ ملیں گی یا نہیں۔ تُو کیا کسی حور سے کم ہے۔ سوچتا ہوں تجھے ہی ساتھ لیتا چلوں' جب کہ ان بوڑھوں کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ:

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وہ صالِ یار ہوتا
شبِ وعدہ آ بھی جاتی تو ہمیں بخار ہوتا

اکثر بوڑھے، بڑھاپے کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ شادی بیاہ کے موقع پر بلا جھجھک خواتین کے درمیان پہنچ جاتے ہیں اور خوب آنکھیں سینکتے ہیں۔ اُن کی نیّت کا فتور درجِ ذیل شعر سے عیاں ہے:

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
تھی جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں

ان حضرت کے لیے 'نین سکھ' کی اصطلاح عام ہے۔

کچھ بوڑھے شادی بیاہ کے موقع پر نوجوانوں کو میوزک پر تھرکتے ہوئے دیکھ کر مچل بیٹھتے ہیں۔ سوچتے ہیں 'کوئی لوٹا دے مرے دن بیتے ہوئے' اور دل مسوس کر وہ رہ جاتے ہیں۔ اور کچھ یہ سوچ کر کہ 'ابھی تو مَیں جوان ہوں' ٹھمکے لگانے لگتے ہیں لیکن چند ساعتوں میں ان کی سانس پھولنے لگتی ہے اور وہ اپنے خول میں لوٹ آتے ہیں۔ انھیں احساس ہو جاتا ہے کہ وہ دن لد گئے 'جب آتش جوان تھا'۔ اور ایک آہ ان کے دل سے نکلتی ہے:

ضعیفی خواہ مخواہ ہی میرے پیچھے پڑ گئی ہے
کوئی تعویذ ہو تو دیں مجھے ردِ بلا کی

کوئی بوڑھا مرنا نہیں چاہتا۔ آخری لمحات میں بھی اس کا دل دنیا میں اٹکا رہتا ہے۔ ایک بوڑھا آخری لمحات میں اپنے پوتے سے بولا 'تیری دادی سے کہنا۔ دوسرا نکاح مت کرنا۔ مَیں اس کا انتظار کروں گا۔ ہم اوپر ملیں گے۔ ایک زندہ دل بزرگ سے ہم نے پوچھا 'آپ کی زندہ دلی اور خوش مزاجی کا کیا راز ہے؟' وہ بولے: 'اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر راضی رہو۔ کیوں کہ تم نہیں جانتے کہ تمھارے لیے کیا بھلا ہے اور کیا بُرا'۔ 'بھلا' ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور خدانخواستہ ناموافق ہو تو صبر کرو اور نماز سے مدد حاصل کرو'۔ پھر مسکراتے ہوئے یہ شعر پڑھ دیا:

چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ
کھا ڈبل روٹی، کلرکی کر، خوشی سے پُھول جا
(اکبرالہ آبادی)

ایک بزرگ نے بُڑھاپے کا ایک فائدہ بتایا تو ہم چونک گئے۔ آپ بھی سُن لیں اور عمل کریں تو ہمیں بھی ثوابِ جاریہ حاصل ہوگا:

پیری سے گوجھکا ہوا چلتا ہوں
جو راست ہے وہ راستہ چلتا ہوں
اب تو نہ رہِ ثواب سے جائیں
اپنے پیروں کو دیکھتا چلتا ہوں

تُرکی میں وظیفہ یاب بزرگوں نے حکومت سے کہا کہ مہنگائی کے حساب سے ان کی پنشن بڑھائی جائے ورنہ وہ اپنے سے 20 سال چھوٹی لڑکیوں سے شادی کر لیں گے۔ پھر حکومت کو 40,50 سال پنشن دینی ہوگی۔ حکومت نے ان کی پنشن بڑھا دی۔

بڑھاپے میں آدمی کا بچپن لوٹ آتا ہے۔ ہمارے نواسے اور نواسیاں آئس کریم یا چاکلیٹ کھاتے ہیں تو ہمارا دل بھی مچل جاتا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ وہ ان چیزوں کو ہمارے ساتھ Share کریں۔ لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ ایک مرتبہ شادی کے موقع پر آمنہ زارِش بڑا سا چاکلیٹ کھا رہی تھی ہم نے اسے اشارہ کیا کہ وہ چاکلیٹ ہمارے ساتھ شیئر (Share) کرے۔ پہلے تو اس نے ہمیں نظر انداز کیا لیکن ہمارا تقاضا بڑھا تو وہ زور سے بولی 'نانا جان آپ بار بار اشارے نہ کریں میں آپ کو چاکلیٹ نہیں دوں گی' اس کی بات سن کر خواتین بے تحاشا ہنس نے لگیں اور ہم جھینپ کر وہاں سے نو دو گیارہ ہو گئے۔

یہ کیسے معلوم ہوگا کہ آپ بوڑھے ہوئے ہیں یا نہیں؟

☆ جب آپ ہوٹل میں ویٹرس کو دیکھنے کے بجائے کھانے کو دیکھیں تو سمجھ لیں کہ آپ بوڑھے ہو گئے۔

...(بقیہ صفحہ 6 پر)

مدیر : اطہر فاروقی
Editor : Ather Farouqui
شریک مدیر: محمد عارف خاں
Joint Editor : Mohd. Arif Khan
معاون مدیران: منور حسن کمال، سالم فاروق ندوی
Assisistant Editors :
Munawwar Hasan Kamal, Salim Farooq Nadwi
پرنٹر پبلشر : عبدالباری
Printer Publisher : Abdul Bari
مطبوعہ : جاوید پریس، 2096، رودگراں، لال کنواں، دہلی-۶
مالک : انجمن ترقی اردو (ہند)
اردو گھر، 212، راؤز ایونیو، نئی دہلی-110002
Proprietor:
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)
Urdu Ghar, 212-Rouse Avenue,
New Delhi-110002
قیمت : فی شمارہ: پانچ روپے، سالانہ: 200 روپے
بیرونی ممالک: آٹھ امریکن ڈالر
Subscription: (Per Issue): Rs. 5/-, Annual: 200/-
(Foreign Countries: US $ 8)
E-mail: hamarizaban.weekly@gmail.com
http://www.atuh.org,
Phones: 0091-11-23237722

ادارے کا مضمون نگاروں کی آرا سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے (ادارہ)

Printed and Published by ***Abdul Bari*** on behalf of Anjuman Taraqqi Urdu (Hind), Urdu Ghar, 212, Rouse Avenue, New Delhi-110002
and Printed at Javed Press, 2096, Rodgran, Lal Kuan, Delhi-110006, Editor: ***Dr Ather Farouqui***